باب اوّل

بنیادی عقائد

مشقی سوالات

سوال ا۔ اسلام کے بنیادی عقائد کون کون سے ہیں۔ ہر ایک پر مختصر نوٹ لکھیں۔

جواب: بنیادی عقائد:

اسلام کے بنیادی عقائد یہ ہیں۔

i۔ توحید ii۔ رسالت iii۔ ملائکہ

iv۔ آسمانی کتابیں v۔ آخرت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ (سورۃ البقرہ : ۱۷۷)

ترجمہ: لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب (الہامی) کتابوں اور پیغمبروں پر۔

i۔ توحید :

اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید کا ہے۔

توحید کے لغوی معنیٰ: توحید کے لغوی معنیٰ ہیں ایک ماننا۔ یکتا جاننا۔

توحید کے اصطلاحی معنی:

دین کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ سب سے برتر و اعلیٰ اور ساری کائنات کی خالق و مالک ہستی کے واحد و یکتا ہونے پر ایمان لانا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ختم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب نے لوگوں کو توحید کی تبلیغ کی اور انہیں بتایا کہ کائنات کی تمام اشیاء اللہ ہی کی مخلوق اور سبھی اس کے عاجز بندے ہیں۔ اس لیے صرف اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کے احکام کو ماننا چاہیے۔

ii۔ رسالت:

اسلام کے سلسلہ عقائد میں توحید کے بعد رسالت کا درجہ ہے۔

رسالت کا لغوی معنی:

رسالت کے لغوی معنی ہیں " پیغام پہنچانا " اور پیغام پہنچانے والے کو رسول کہا جاتا ہے۔

رسالت کا اصطلاحی معنی :

اسلامی اصطلاح میں رسول اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے اپنی مخلوق کی طرف بھیجا ہو۔ رسول کو نبی بھی کہا جاتا ہے۔

رسول :

اللہ تعالیٰ جس انسان کو رسالت کے فریضہ کی انجام دہی کے لیے چُن لیتا ہے اُسے رسول کہا جاتا ہے۔

نبی :

نبی کے معنی ہیں " خبر دینے والا " چونکہ رسول لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے آگاہ کرتا ہے اس لیے اسے نبی بھی کہا جاتا ہے۔ انبیاء اور رسول اپنے معاشرہ کے بے حد نیک اور پارسا انسان ہوتے ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے اپنے احکام نازل فرماتا ہے۔

وحی کا لغوی معنی:

وحی کے لغوی معنی دل میں چپکے سے کوئی بات ڈالنا اور اشارہ کرنے کے ہیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ پیغام ہے جو اس نے اپنے کسی رسول کی طرف فرشتے کے ذریعے نازل کیا یا براہِ راست اس کے دل میں ڈال دیا، یا کسی پردے کے پیچھے سے اسے سنوا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ (سورۃ الشوریٰ:۵۱)

ترجمہ: اور یہ کسی بشر کا مقام نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے۔ مگر ہاں یا تو وحی سے یا کسی پردے کے پیچھے سے یا کسی (فرشتے) قاصد کو بھیج دے سو وہ وحی پہنچا دے اللہ کے حکم سے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مختلف اقوام کی طرف رسول بھیجے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (سورۃ النحل : ۳۶)

ترجمہ: اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول۔

انبیاء کی تعداد:

بعض روایات میں انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے۔ مگر قرآن مجید میں نام لے کر صرف چند انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ تمام کے نام نہیں بیان کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ (سورۃ المومن : ۷۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے جن میں سے بعض کا حال ہم نے آپ ﷺ سے بیان کیا ہے اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ ﷺ سے نہیں بیان کیا۔

خاتم النبیین:

سلسلہ انبیاء کے آخری فرد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو خاتم النبیین ہیں اور اب قیامت تک کے انسانوں کو آپ ﷺ ہی کی پیروی کرنی ہے۔ تاہم ہر مسلمان پر لازم کیا گیا ہے کہ وہ تمام انبیاء کی نبوت پر ایمان لائے۔ اس سلسلے میں تفریق کی اجازت نہیں۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ (سورۃ البقرہ: ۲۸۵)

ترجمہ: ہم اس کے رسولوں میں باہم کوئی فرق بھی نہیں کرتے۔

انبیاء کا احترام:

یہ ضروری ہے کہ سب انبیاء کو سچا اور پاکباز مانا جائے اور سب کا ادب و احترام کیا جائے۔ اسلام میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ بعض رسولوں پر ایمان لایا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے۔ ایسا کرنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ (سورۃ النساء : ۱۵۱)

ترجمہ: جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ۔ ایسے ہی لوگ تو اصل کافر ہیں۔

احکام الٰہی کی تبلیغ: حضور ﷺ کو خود اپنی زندگی میں قرآنی اصولوں پر مبنی ایک عملی مظاہرہ کرنا تھا۔ صرف یہی نہیں کہ آکر پیغام سنا دیتے۔ بلکہ اس پیغام کے مطابق انسانی زندگی کی اصلاح بھی

آپ ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ پیغام الٰہی فرشتوں کے ذریعے بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ مگر محض پیغام بھیجنے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عظیم مقصد کی تکمیل و تعمیل کے لیے لازمی تھا کہ اس پیغام کو بنی نوع انسان ہی کا ایک فرد لے کر آئے جو کہ انسان کامل ہونے کے باوجود بہر حال انسان اور بشر ہو۔ اس کو مشکلات اور مجبوریوں کا اسی طرح سامنا کرنا پڑتا ہو جس طرح اس کی امت کے معمولی فرد کو اور جو ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطور مثال رکھ دے جس کا اجتماعی نظام اس پیغام الٰہی کے منشا کی شرح ہے۔

iii۔ ملائکہ:

ملائکہ کا لفظ جمع ہے اس کا واحد "مَلَک" ہے۔

ملائکہ کا لغوی معنی:

جس کے لغوی معنی قاصد کے ہیں۔ فرشتوں کے لیے لفظ رسول بھی استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے لغوی معنی بھی قاصد کے ہیں۔ چونکہ فرشتے خالق اور مخلوق کے درمیان پیغام رسانی کا فرض ادا کرتے ہیں۔ اس لیے ان کو ملک اور رسول کہا جاتا ہے۔ توحید و رسالت کی طرح فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (سورۃ البقرہ : ۱۷۷)

ترجمہ: لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔

نورانی مخلوق:

فرشتے اللہ تعالیٰ کی وہ نوری مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دنیا کا نظام چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم ان کے دل میں القاء فرماتا ہے۔ اور وہ اس حکم کو مخلوق میں جاری اور نافذ کر دیتے ہیں۔

iv۔ آسمانی کتابیں:

مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان لایا جائے۔

رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم:

رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالٰی کا سچا پیغمبر مانا جائے اور ان کی تعلیمات کو برحق تسلیم کیا جائے۔ رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں، ربانی تعلیمات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا رسولوں پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے۔ ایمان والوں کے بارے میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (سورۃ البقرہ : ۴)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے۔

مشہور آسمانی کتابیں:

آسمانی کتابیں تو بہت سی ہیں جن میں سے چار بہت مشہور ہیں۔

۱۔ زبور حضرت داوٗد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۲۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۳۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۴۔ قرآن مجید جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

v۔ آخرت:

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ آخرت بھی ہے۔

آخرت کا لغوی معنی: لفظ "آخرت" کے معنی بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں لفظ "دنیا" ہے جس کے معنی قریب کی چیز کے ہیں۔

عقیدہ آخرت کا اصطلاحی مفہوم:

عقیدہ آخرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس کی روح کو جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو ایک ایسی جگہ عنایت کی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور ہو گی۔ اس کا نام جنت ہے اور برے لوگ ایک انتہائی اذیت ناک جگہ میں رہیں گے جس کا نام جہنم ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ﴿۱۴﴾ (سورۃ انفطار : ۱۴،۱۳)

ترجمہ: بے شک نیک لوگ بہشت میں ہیں اور بے شک گناہ گار دوزخ میں ہیں۔

سوال ۲۔ وجود باری تعالیٰ کے اثبات میں قرآنی دلائل مختصراً لکھیے۔

جواب: وجود باری تعالیٰ:

وجود باری تعالیٰ کے اثبات میں قرآن نے بہت سے دلائل مختلف انداز میں پیش کیے ہیں۔

وجود کائنات سے دلیل:

جب بھی ہم کسی بنی ہوئی چیز کو دیکھتے ہیں تو ہمارا ذہن اس کو بنانے والے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مکان کو دیکھیں تو معمار کا تصور آجاتا ہے۔ گھڑی دیکھیں تو گھڑی ساز کا تصور آجاتا ہے۔ کیونکہ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی مکان معمار کے بغیر یا کوئی گھڑی، گھڑی ساز کے بغیر بن سکتی ہے۔ اسی طرح جب کائنات پر غور کیا جائے تو ضرور اس کے بنانے والے کا خیال آئے گا۔ کیونکہ کوئی صحیح ذہن اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اتنا بڑا منظم و مربوط جہان کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود بن گیا ہو۔

قرآنی دلائل: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (سورۃ ابراہیم: ۱۰)

ترجمہ: کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین۔

کائنات پر جب گہری نظر ڈالی جائے تو اس میں ایک نظم و ضبط نظر آئے گا۔ کہیں بھی بے ترتیبی نہیں ملے گی۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝۴ (سورۃ الملک: ۳، ۴)

ترجمہ: (وہی اللہ ہے) جس نے سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کر دیئے تو (خدائے) رحمٰن کی صنعت میں کوئی فتور نہ دیکھے گا۔ سو تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ۔ لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر، تھک کر۔

سورج اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے۔ اور چاند اپنے مدار میں، سورج چاند کے مدار میں نہیں جاتا اور چاند سورج کی طرف نہیں بڑھتا۔ اسی طرح ایک خاص وقت تک رات رہتی ہے اور ایک خاص وقت تک دن۔

لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۝۴۰ (سورۃ یٰس: ۴۰)

ترجمہ: نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

کائنات کی ہر چیز میں ایک مقرر اندازہ اور خاص نظم و ضبط پایا جاتا ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝۴۹ (سورۃ القمر: ۴۹)

ترجمہ: ہم نے ہر چیز کو (ایک خاص) اندازے سے پیدا کیا ہے۔

کائنات کا یہ نظم وضبط اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ایک ایسی اعلیٰ و برتر ذات موجود ہے جس نے کائنات میں یہ خوبصورت نظام پیدا فرمایا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ (سورۃ آل عمران : ۱۹)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے ادل بدل میں اہل عقل کے لیے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

دن، رات، چاند، سورج اور زمین و آسمان کا نظم وضبط سب اللہ تعالیٰ کی حکمت و کاریگری کی نشانی ہے۔

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ (سورۃ النمل: ۸۸)

ترجمہ: کاریگری اللہ ہی کی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے۔

(ایک اور مقام پر ارشاد ہوا۔)

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿٣٦﴾ (سورۃ الطور: ۳۵ : ۳۶)

ترجمہ: کیا یہ لوگ بغیر کسی کے (پیدا کیے) پیدا ہو گئے ہیں۔ یا یہ کہ خود (اپنے) خالق ہیں۔ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا ہے۔ اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں۔

آخری کتاب کی گواہی:

جس طرح زمین و آسمان اور ساری کائنات وجود باری تعالیٰ کی گواہی دیتی ہے اسی طرح انسان کی فطرت کی آواز بھی یہی ہے۔ انسانی تاریخ کے مطالعہ سے مہذب سے مہذب اور وحشی سے وحشی ہر طرح کی قوموں میں قادر مطلق کی ذات کا اعتراف ملتا ہے۔

آثارِ قدیمہ کی تحقیق:

آثارِ قدیمہ کی تحقیقات سے بات واضح ہو چکی ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں بسنے والی وحشی اقوام جن کی فکری و ذہنی سطح بہت پست تھی وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں اللہ کے وجود کی قائل تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجود باری تعالیٰ پر ایمان، انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ (سورۃ الروم: ۳۰)

ترجمہ: اللہ کی اس فطرت (کا اتباع کرو) جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا۔

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ (سورۃ والذاریٰت: ۲۱،۲۰)

ترجمہ: اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین دلانے والوں کے لیے اور خود تمہاری ذات میں بھی۔ تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔

کائنات کو بنانے والی یہ اعلیٰ و برتر ہستی صرف ایک ہی ہے۔ انسان کی صحیح سوچ اسے اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ کیونکہ اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ان کے باہمی تصادم کی وجہ سے کائنات کا یہ نظام ایک لمحہ کے لیے بھی قائم نہ رہ سکتا۔

لیکن کائنات تو اپنی مربوط و منظم شکل میں موجود ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ معبود برحق صرف ایک ہی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ (سورۃ الانبیاء: ۲۲)

ترجمہ: اگر ان دونوں (یعنی زمین و آسمان) میں علاوہ اللہ کے کوئی معبود ہوتا تو ان دونوں میں فساد برپا ہو جاتا۔

ذات وصفات باری تعالیٰ:

عقیدہ توحید کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات میں بھی اور صفات میں بھی اور صفات کے تقاضوں میں بھی یکتا تسلیم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کی یکتائی کا مفہوم:

ذات کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت میں کوئی دوسرا فرد حصہ دار نہیں۔ لہذا نہ اس کی کوئی برابری کر سکتا ہے اور نہ اس کا کوئی باپ یا اولاد ہے کیونکہ باپ اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کوئی شریک نہیں تو نہ اللہ تعالیٰ کسی کا بیٹا، بیٹی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا، بیٹی ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۞ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۞ (سورۃ الاخلاص: ۱، ۴)

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

صفات باری تعالیٰ کی یکتائی کا مفہوم:

صفات باری تعالیٰ کی یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفات کاملہ کا مالک ہے جو کسی اور فرد میں موجود نہیں۔ وہ اپنے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر ہر صفت میں یکتا اور بے مثل ہے۔

صفات کے تقاضوں میں یکتائی کا مفہوم:

صفات کے تقاضوں میں یکتائی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو پیدا کیا، وہی سب کا مالک اور رازق ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ وہی سب کچھ دینے والا ہے۔ لہذا تمام مخلوق پر لازم ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک اور قدیر و علیم پروردگار کی عبادت و بندگی بجالائیں۔ اور کسی دوسرے کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔

سوال ۳۔ شرک کسے کہتے ہیں اور اس کی اقسام کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب: شرک:

عقیدہ توحید انسان کا سب سے پہلا عقیدہ ہے۔ شرک اور اس کی تمام اقسام بعد کی پیداوار ہیں۔ دنیا کا پہلا انسان عقیدہ توحید ہی کا قائل تھا۔ پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی تھے۔ آپؑ نے اپنی اولاد کو بھی اسی عقیدہ کی تعلیم دی مگر جیسے جیسے انسانی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا اور لوگ ادھر ادھر بکھرنے لگے تو آہستہ آہستہ لوگوں نے سچی تعلیمات کو بھلا دیا اور گمراہی کا شکار ہو کر ایک خدائے بزرگ و برتر کی بجائے کئی خدا ماننے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انہیں بھی معبود بنا لیا۔ ان لوگوں نے جس چیز کو ہیبت ناک دیکھا اس سے ایسے خوفزدہ ہوئے کہ اسے دیوتا سمجھ لیا اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس طرح انہوں نے آگ کا دیوتا، سمندر کا دیوتا اور آندھیوں وغیرہ کے دیوتا گھڑ لیے۔

دوسری طرف جن چیزوں کو بہت نفع بخش پایا ان کی بھی پوجا شروع کر دی۔ گائے وغیرہ کی پوجا اسی وجہ سے شروع ہوئی۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے کئی پیغمبر بھیجے۔ جنہوں نے ان کو توحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور شرک کی مذمت کی۔ قرآن مجید میں شرک کو بہت بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾ (لقمٰن : ۱۳)

ترجمہ: بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (سورۃ النسآء : ۴۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (یہ بات) معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ لیکن اس کے علاوہ جس کسی کو بھی چاہے گا بخش دے گا۔

شرک کا لغوی معنی:

شرک کے لغوی معنی "حصہ داری" اور "ساجھے پن" کے ہیں۔

شرک کا اصطلاحی معنی:

دین کی اصطلاح میں شرک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی ذات، یا صفات، یا صفات کے تقاضوں میں کسی کو اس کا حصہ دار اور ساجھی ٹھہرانا۔

شرک کی اقسام: شرک کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ ذات میں شرک:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت میں کسی دوسرے کو حصہ دار سمجھنا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے میں یہی حقیقت مان کر اسے اللہ تعالیٰ کا ہمسر اور برابر سمجھنا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی اولاد سمجھنا یا کسی کو اللہ تعالیٰ کی اولاد سمجھنا، کیونکہ والد اور اولاد کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے۔ لہٰذا جس طرح دو خداؤں یا تین خداؤں کو ماننا شرک ہے اسی طرح کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی سمجھنا بھی شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝۴ (سورۃ الاخلاص: ۳،۴)

ترجمہ: نہ اس سے کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

۲۔ صفات میں شرک:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جیسی صفات کسی دوسرے میں ماننا اور اس جیسا علم، قدرت یا ارادہ کسی دوسرے کے لیے ثابت کرنا، کسی دوسرے کو ازلی و ابدی سمجھنا یا کسی دوسرے کو قادر مطلق تصور کرنا یہ سب شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (سورۃ الشوریٰ: ۱۱)

ترجمہ: کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔

کیونکہ ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ جس میں جو صفت بھی پائی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں۔

۳۔ صفات کے تقاضوں میں شرک :

اللہ تعالیٰ عظیم صفات کا مالک ہے۔ ان صفات کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کے سامنے پیشانیاں جھکائی جائیں۔ حقیقی اطاعت و محبت کا صرف اس کو حق دار سمجھا جائے اور یہ ایمان رکھا جائے کہ وہی کارساز ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ صرف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے قوانین پر عمل کرنا ضروری ہے اور اس کے قوانین کے مقابلے میں کسی کا قانون کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (سورۃ الاسراء: ۲۳)

ترجمہ: تم صرف اسی کی عبادت کیا کرو۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورۃ البقرہ: ۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود ایک خدا ہے۔ بجز اس کے کوئی معبود نہیں ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۴۴

(سورۃ المائدۃ: ۴۴)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ کے نازل کیے ہوئے (احکام) کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ کافر ہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ (سورۃ یوسف: ۴۰)

ترجمہ: حکم صرف اللہ کے لیے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کو منعمِ حقیقی سمجھا جائے اور خلوصِ دل سے اس کا شکر بجالایا جائے۔ یہ شکر صرف یہی نہیں کہ زبان سے "یا اللہ تیرا شکر ہے" کہہ دیا جائے بلکہ اس کی حقیقی صورت یہ ہے کہ

اپنی عبادت و بندگی کا رخ صرف اللہ کی ذات کی طرف پھیر دیا جائے اور غیر اللہ کی عبادت و بندگی کا اپنی عملی زندگی میں کوئی شائبہ تک نہ رہنے دیا جائے۔

سوال ۴۔ انبیائے کرام کی خصوصیات بیان کریں۔

جواب: انبیاء کرام کی خصوصیات: انبیاء کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ بشریت:

اللہ تعالی نے انسانوں کی رہبری کے لیے ہمیشہ کسی انسان کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا۔ کسی جن یا فرشتے کو نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ (سورۃ یوسف : ۱۰۹)

ترجمہ: اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ سب مرد ہی تھے۔

انبیاء کے اوصاف:

انبیاء اگرچہ انسان ہوتے ہیں مگر اللہ تعالی نے ان کو ایسے اوصاف سے نوازا ہوتا ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتے۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی تھی کہ انسان پیغمبر نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر تو کوئی فرشتہ ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا۔

قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰٓـئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَـكًا رَّسُوۡلًا ۝۹۵ (سورۃ الاسراء: ۹۵)

ترجمہ: کہ اگر ہوتے زمین میں فرشتے پھرتے بستے تو ہم اتارتے ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام دے کر۔

2۔ امین: رسالت ایک ایسی نعمت ہے جو محض اللہ تعالی کا عطیہ ہے۔ کوئی شخص اپنی محنت و کاوش سے اسے حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جو محض عبادت و ریاضت سے حاصل ہو جائے۔ یہ تو اللہ تعالی کا فضل ہے۔ جسے چاہے دے دے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ الجمعۃ : ۴)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

تاہم یہ منصب جن لوگوں کو عطا کیا گیا وہ تمام نیکی، تقویٰ، ذہانت اور عزم و ہمت جیسی بلند صفات کے مالک تھے۔

3۔ تبلیغ احکام الٰہی :

پیغمبر جو احکام و تعلیمات لوگوں کے سامنے بیان فرماتا ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پیغمبر اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا ترجمان ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (سورۃ النجم : ۳،۴)

ترجمہ: اور نہیں بولتا اپنے نفس کی خواہش سے یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔

4۔ معصومیت:

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے اقوال اور اعمال شیطان کے عمل دخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔

نبی کا کردار بے داغ ہوتا ہے۔ وہ ایسا انسان کامل ہوتا ہے جو بیحد روحانی طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ نبی کا کوئی کام نفسانی خواہشات کے تابع نہیں ہوتا۔

5۔ واجبِ اطاعت:

انبیاء کی اطاعت و پیروی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ النساء : ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اس غرض سے کہ اس کی اطاعت اللہ کے حکم سے کی جائے۔

نبی اللہ کا راستہ دکھاتا ہے اس لیے اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہوتی ہے۔ اسی طرح پیغمبر کتاب اللہ کا شارح ہوتا ہے۔ امت کا معلم اور مربی ہوتا ہے۔ امت کے لیے نمونہ تقلید ہوتا ہے۔ قانون الٰہی کا شارح ہوتا ہے اور قاضی اور حکم ہوتا ہے۔

سوال ۵۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھیں۔

الف۔ ملائکہ ب۔ آسمانی کتابیں ج۔ توحید کا مفہوم

جواب: الف۔ ملائکہ:

ملائکہ کا لفظ جمع ہے اس کا واحد "مَلَک" ہے۔

ملائکہ کا لغوی معنی:

جس کے لغوی معنی قاصد کے ہیں۔ فرشتوں کے لیے لفظ رسول بھی استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے لغوی معنی بھی قاصد کے ہیں۔ چونکہ فرشتے خالق اور مخلوق کے درمیان پیغام رسانی کا فرض ادا کرتے ہیں۔ اس لیے ان کو ملک اور رسول کہا جاتا ہے۔ توحید ورسالت کی طرح فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (سورۃ البقرہ: ۱۷۷)

ترجمہ: لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔

نُورانی مخلوق:

فرشتے اللہ تعالیٰ کی وہ نوری مخلوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دنیا کا نظام چلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم ان کے دل میں القاء فرماتا ہے۔ اور وہ اس حکم کو مخلوق میں جاری اور نافذ کر دیتے ہیں۔

ب۔ آسمانی کتابیں :

مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ تمام رسولوں پر ایمان لایا جائے۔

رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم:

رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر مانا جائے اور ان کی تعلیمات کو برحق تسلیم کیا جائے۔ رسولوں پر نازل ہونے والی کتابیں، ربانی تعلیمات کا مجموعہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا رسولوں پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے۔

ایمان والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (سورۃ البقرہ : ۴)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے۔

آسمانی کتابیں:

آسمانی کتابیں تو بہت سی ہیں جن میں سے چار بہت مشہور ہیں۔

۱۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۲۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۳۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۴۔ قرآن مجید جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

ج۔ توحید کا مفہوم:

اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ توحید کا ہے۔

توحید کا لغوی معنی:

توحید کے لغوی معنی ہیں ایک ماننا۔ یکتا جاننا۔

توحید کا اصطلاحی معنی:

دین کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ سب سے برتر و اعلیٰ اور ساری کائنات کی خالق و مالک ہستی کے واحد و یکتا ہونے پر ایمان لانا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ختم المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے سب نے لوگوں کو توحید کی تبلیغ کی اور انہیں بتایا کہ کائنات کی تمام اشیاء اللہ ہی کی مخلوق اور سبھی اس کے عاجز بندے ہیں۔ اس لیے صرف اللہ ہی کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کے احکام کو ماننا چاہیے۔

سوال ٦۔ انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات بیان کریں۔

جواب: انسانی زندگی پر عقیدۂ توحید کے اثرات:

توحید سے انسان کے فکر و عمل اور شخصیت میں نمایاں اور انقلابی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1۔ عزتِ نفس:

عقیدہ توحید انسان کو عزتِ نفس عطا کرتا ہے۔ انسان جب یہ یقین کرلیتا ہے کہ اس کا خالق و مالک اللہ ہے۔ وہی طاقت کا سرچشمہ ہے اور وہی قادر مطلق ہے تو اس عقیدہ کی روشنی میں انسان صرف اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔ اور اسی سے ڈرتا ہے۔ اب اس کی پیشانی انسانوں یا پتھر کی بے جان مورتیوں کے سامنے جھکنے کی ذلت سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

2۔ انکسار:

عقیدہ توحید سے تواضع و انکسار پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ توحید کا پرستار جانتا ہے کہ وہ اللہ کے سامنے بے بس ہے، اس کے پاس جو کچھ ہے سب اس کا دیا ہوا ہے۔ جو خدا تعالیٰ دینے پر قادر ہے وہ

چھین لینے پر بھی قادر ہے۔ لہذا بندے کے لیے تکبر و غرور کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسے تواضع و انکسار ہی زیب دیتا ہے۔

3۔ وسعتِ نظر:

عقیدۂ توحید کا قائل تنگ نظر نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس رحمٰن و رحیم پر ایمان رکھتا ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق اور سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کی رحمتوں سے سب فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس عقیدے کے نتیجے میں مومن کی ہمدردی، محبت اور خدمت عالمگیر ہو جاتی ہے اور وہ ساری خلق خدا کی بہتری کو اپنا نصب العین بنالیتا ہے۔

4۔ استقامت و بہادری :

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے استقامت اور بہادری پیدا ہوتی ہے۔ مومن جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور محتاج ہے۔ خدا تعالیٰ ہی کو سب پر قدرت حاصل ہے۔ لہذا اسی کے سامنے جھکنا چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔ اس عقیدے کے ذریعے مومن کے دل سے دوسروں کا خوف نکل جاتا ہے۔ اور وہ استقامت و بہادری کی تصویر بن جاتا ہے۔ اور کسی بڑے سے بڑے فرعون کا خوف اپنے دل میں نہیں لاتا۔ خواہ بدر واحد کی لڑائی ہو یا حنین و خندق کی، وہ ہر جگہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمزدہ ہوتے ہیں) کا پیکر بن جاتا ہے۔

5۔ رجائیت اور اطمینانِ قلب :

عقیدہ توحید کا ماننے والا مایوس اور ناامید نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت خدا تعالیٰ کی رحمت پر آس لگائے رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ بڑا رحیم و کریم ہے۔ وہ تمام خزانوں کا مالک ہے اور اس کا فضل و کرم بے حد و حساب ہے۔ انسان جس قدر دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے اس کے دل کو اتنا ہی اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

6۔ پرہیز گاری:

عقیدہ توحید سے انسان کے دل میں پرہیز گاری پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر مومن کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ اگر بندہ پوشیدگی میں کوئی جرم کرلے تو ممکن ہے لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جائے مگر اپنے اللہ کی نظر سے نہیں چھپ سکتا۔ کیونکہ وہ تو دلوں کے ارادوں کو بھی جانتا ہے۔ یہ ایمان انسان میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ خلوت و جلوت میں کہیں بھی گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور ہمیشہ نیک اعمال بجالائے، کیونکہ معاشرہ اسی وقت صحیح معنوں میں انسانی معاشرہ بن سکتا ہے جب لوگوں کے اعمال درست ہوں۔ توحید پر ایمان، عمل صالح کی بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ انسان کے تمام اعمال اس کے دل کے تابع ہوتے ہیں۔ اگر دل میں ایمان کی روشنی موجود ہو تو عمل صالح ہوگا۔

نجات و فلاح کے لیے ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں جابجا ارشاد ہوا۔

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ترجمہ: (جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے)

ایمان کی پہچان:

جس طرح کوئی درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح ایمان کی پہچان عمل صالح سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے اعمال اچھے نہیں تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایمان نے اس کے دل کی گہرائیوں میں پوری طرح جگہ نہیں بنائی۔ غرضیکہ عقیدہ توحید اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ نیک اعمال بجالائے جائیں اور برے اعمال سے بچا جائے۔

سوال ۷۔ رسالت محمدی ﷺ کی خصوصیات تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: رسالت محمد ﷺ اور اس کی خصوصیات:

حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ پر آکر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا اور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام کو جو کمالات علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے، نبی آخر الزمان ﷺ کی ذات میں وہ تمام شامل کر دیئے۔ رسالت محمدی ﷺ بڑی خصوصیات رکھتی ہے۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

1۔ عمومیت:

رسول اکرم ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لیے ہوتی تھی مگر آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف۔

2۔ پہلی شریعتوں کا نسخ:

حضور ﷺ کی شریعت نے آپ ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اب صرف شریعت محمدی پر عمل کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (سورۃ آل عمران: ۸۵)

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔

3۔ کاملیت:

حضور ﷺ پر اللہ کے دین کی تکمیل ہو گئی۔ آپ ﷺ کو وہ دین کامل عطا فرمایا گیا۔ جو تمام انسانیت کے لیے کافی ہے۔ اس لیے کسی دوسرے دین کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدۃ: ۳)

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔

4۔ حفاظتِ کتاب:

پہلے انبیاء پر نازل ہونے والی کتابیں یا تو بالکل ناپید ہو چکی ہیں یا اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہیں۔ کیونکہ ان میں بڑے پیمانے پر ردوبدل ہو چکا ہے۔ جس سے ان کتابوں میں صحیح اور غلط تعلیمات اس قدر گڈمڈ ہو گئی ہیں کہ صحیح کو غلط سے جدا کرنا بے حد مشکل ہو گیا ہے۔ مگر خاتم الرسل ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کی آیات چودہ سو سال گزرنے کے باوجود بالکل اسی صورت میں موجود ہیں جس طرح نازل ہوئی تھیں۔ اس کے ایک حرف میں بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید نہ صرف یہ کہ تحریری طور پر محفوظ ہے بلکہ لاکھوں انسانوں کے سینوں میں بھی موجود ہے۔

5۔ سنتِ نبوی ﷺ کی حفاظت:

اللہ کی طرف سے رسول اکرم ﷺ کی سنت کی حفاظت کا بھی عظیم انتظام کیا گیا ہے۔ ہر دور میں محدثین کرام کی ایسی جماعت موجود رہی جس نے سنت نبوی ﷺ کی حفاظت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ چونکہ سنت، قرآن مجید کی شرح ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے۔ اس لیے اللہ نے جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام کیا۔ ساتھ ساتھ سنت نبوی ﷺ کی حفاظت کا انتظام بھی فرما دیا۔

6۔ جامعیت:

پہلے انبیاء کی رسالت کسی خاص قوم اور دور کے لیے ہوتی تھی۔ اس لیے ان کی تعلیمات کا تعلق اسی قوم اور دور سے ہوتا تھا۔ مگر رسول اکرم ﷺ چونکہ تمام انسانیت اور تمام زمانوں کے

لیے رسول بن کر آئے۔ اس لیے آپ ﷺ کی تعلیمات میں اس قدر جامعیت ہے کہ قیامت تک کے انسان خواہ کسی بھی قوم یا دور سے تعلق رکھتے ہوں ان تعلیمات سے رہبری حاصل کر سکتے ہیں۔

7۔ ہمہ گیری:

رسول اکرم ﷺ نے جو تعلیمات پیش فرمائیں ان کی حیثیت محض نظری نہیں۔ بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کر کے دکھایا۔ جب آپ ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عائلی زندگی ہو یا سیاسی، بچوں سے برتاؤ ہو یا بڑوں سے معاملہ، امن کا دور ہو یا جنگ کا زمانہ، عبادت کی رسمیں ہوں یا معاملات کی باتیں، قرابت کے تعلقات ہوں یا ہمسائیگی کے روابط، زندگی کے ہر پہلو میں سیرت محمدی ﷺ انسانوں کے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورة الاحزاب: ۲۱)

ترجمہ: تمہارے لیے اللہ کے رسول (کی سیرت) میں بہترین نمونہ ہے۔

8۔ ختم نبوت:

ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا، اور یکے بعد دیگرے کئی انبیاء آئے۔ کچھ کے پاس اپنی علیحدہ آسمانی کتابیں اور مستقل شریعتیں تھیں اور کچھ اپنے سے پہلے انبیاء کی کتابوں اور شریعتوں پر عمل پیرا تھے۔ یہ سلسلہ حضرت محمد رسول ﷺ پر آکر ختم ہو گیا۔

جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب:

آپ ﷺ پر ایک جامع اور ہمیشہ رہنے والی کتاب نازل ہوئی اور آپ ﷺ کو ایک کامل شریعت دی گئی۔ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر دین کی تکمیل ہوئی اور آپ ﷺ کو ایک کامل شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد اب کسی قسم کا کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا کیونکہ۔

1۔ رسالت عام:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک ہر قوم اور ہر دور کے انسانوں کے لیے آپ ﷺ کی رسالت عام ہے اور سب کے لیے آپ ﷺ کی تعلیم کافی ہے۔

2۔ دین کی تکمیل:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر دین مکمل کر دیا۔ آپ ﷺ کی شریعت کامل ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات، ہدایت کی مکمل ترین شکل ہیں۔ اس لیے اب کسی دوسرے نبی کی کوئی ضرورت نہیں۔

3۔ قرآن کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل کردہ کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ کتاب چودہ سو سال گزرنے کے باوجود اس شان سے محفوظ ہے کہ اس کے ایک حرف میں بھی کوئی ردوبدل نہیں ہو سکا۔ اس کتاب کا ایک ایک حرف محفوظ ہے۔ کاغذ کے صفحات پر بھی اور حفاظ کے سینوں میں بھی آپ ﷺ کی تمام تعلیمات اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہیں جو تمام دنیا کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آسکتا۔ اب ہر طالب ہدایت پر لازم ہے کہ حضرت خاتم المرسلین ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ ہی کے بتائے ہوئے طریقے پر چلے۔

عقیدہ ختم نبوت، قرآن و حدیث اور اجماع امت تینوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (سورۃ الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: محمد ﷺ باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن اللہ کا رسول ہے اور آخری نبی ہے۔

ختم کے معنی:

عربی زبان میں ختم کے معنی ہیں۔ مہر لگانا، بند کرنا، آخر تک پہنچانا۔ کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانا۔ تمام مفسرین نے اس آیت کریمہ میں خاتم کے معنی آخری نبی کے بیان کیے ہیں۔ حدیث مبارکہ میں ہے۔ "رسول ﷺ خدا نے فرمایا، بنی اسرائیل کی رہنمائی انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی، مگر ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور وہ اینٹ میں ہوں۔"

تمام صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اجماع تھا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کرامؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا۔

سوال ۸۔ قرآن مجید کی چند اہم خصوصیات لکھیں۔

جواب: قرآن مجید کی اہم خصوصیات:

قرآن مجید کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ آخری آسمانی کتاب:

قرآن مجید اللہ تعالٰی کی آخری کتاب ہے جو آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے یہ سرچشمہ ہدایت ہے۔

۲۔ محفوظ کتاب :

چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے ہر دور اور ہر قوم کے انسانوں کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خاص وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۹ (سورۃ الحجر: ۹)

ترجمہ: ہم نے خود اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن کی خالص شکل:

یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود قرآن مجید کا ایک ایک لفظ محفوظ ہے۔ اللہ کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تحریف (ردوبدل) سے محفوظ ہو گیا ہے۔ جب کہ دوسری آسمانی کتابوں میں بڑا ردوبدل ہو چکا ہے۔ ان کا بہت سا حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ اور جو باقی بچا اس میں بھی لوگوں نے اپنی طرف سے کئی باتیں شامل کر دیں۔ اب یہ کتابیں کہیں بھی اپنی اصلی شکل میں دستیاب نہیں۔ جب کہ قرآن مجید اپنی خالص شکل میں اب بھی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔

۳۔ زندہ زبان والی الہامی کتاب :

قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا وہ ایک زندہ زبان ہے۔ آج بھی دنیا کے بیس سے زیادہ ممالک کی قومی زبان عربی ہے اور یہ زبان دنیا کی چند بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ جب کہ پہلی آسمانی کتابیں جن زبانوں میں نازل ہوئیں وہ مردہ ہو چکی ہیں۔ جن کو سمجھنے والے بہت ہی کم لوگ ہیں۔

۴۔ عالمگیر کتاب :

باقی آسمانی کتابوں کے مطالعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ صرف کسی ایک خاص ملک یا خاص قوم کے لوگوں کے لیے تھیں۔ مگر قرآن مجید ساری دنیائے انسانیت کے لیے پیغام ہدایت

ہے۔ یہ کلام پاک یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ (اے لوگو) کا خطاب کر کے تمام انسانوں کو ہدایت کا پیغام دیتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر کتاب ہے۔ جس کی تعلیمات ہر دور اور ہر ملک میں قابل عمل ہیں۔

۵۔ فطری تعلیمات:

اس کتاب کی تعلیمات فطری ہیں اس کے لیے کہ ہر دور کا انسان یوں محسوس کرتا ہے کہ جیسے یہ اسی کے دور کے لیے نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کی تعلیمات ہر قوم و ملک اور ہر طرح کے ماحول میں بسنے والے افراد کے لیے یکساں طور پر نفع بخش ہیں اور انسانی عقل کے عین مطابق ہیں۔

۶۔ پہلی آسمانی کتابیں:

پہلی آسمانی کتابوں میں سے کچھ کتابیں صرف اخلاقی تعلیمات پر مشتمل تھیں۔ بعض صرف مناجات اور دعاؤں کا مجموعہ تھیں۔ کچھ صرف فقہی مسائل کا مجموعہ تھیں۔ بعض میں صرف عقائد کا بیان تھا اور بعض صرف تاریخی واقعات کا مجموعہ تھیں۔

۷۔ جامع کتاب:

مگر قرآن مجید ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں عقائد و اعمال کا بیان بھی ہے، اخلاق و روحانیت کا درس بھی ہے، تاریخی واقعات بھی ہیں اور مناجات بھی۔ غرضیکہ یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتی ہے۔

۸۔ عقل و تہذیب کی تائید کرنے والی کتاب:

پہلی آسمانی کتابوں میں سے بعض کتابیں ایسی باتوں پر مشتمل ہیں جو حقیقت کے خلاف ہیں بلکہ بعض کتابوں میں انتہائی ناشائستہ، غیر اخلاقی باتیں بھی پائی جاتی ہیں۔ (ظاہر ہے یہ باتیں جعلی ہیں جو کسی نے اپنی طرف سے شامل کر دی ہیں جب کہ قرآن مجید ایسی تمام باتوں سے پاک ہے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو خلاف عقل ہو اور جسے تجربہ اور دلیل سے غلط ثابت کیا جاسکے۔ اس میں کوئی غیر اخلاقی بات نہیں۔ اس نے تمام انبیاء کا ادب و احترام سکھایا اور سب کے

بارے میں بتایا ہے کہ وہ نیکوکار اور پرہیزگار لوگ تھے۔ ان کی شان کے خلاف جتنی بھی باتیں کہی گئی ہیں، سب جھوٹ اور خلاف واقعہ ہیں۔

۹۔ کتاب اعجاز:

قرآن مجید فصاحت و بلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عرب و عجم کے تمام فصیح و بلیغ لوگ عاجز رہے۔ قرآن مجید میں سب مخالفوں کو دعوت دی گئی ہے کہ ایک چھوٹی سی قرآنی سورت کے مقابلے میں کوئی سورت بنالاؤ مگر کوئی بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکا۔ کیونکہ یہ تو خدا کا کلام ہے کسی بندے کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ پھر کوئی بشر اس کا مقابلہ کیسے کر سکتا ہے؟

سوال ۹۔ آخرت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: آخرت اور قرآن مجید کی تعلیمات:

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ آخرت بھی ہے۔

مفہوم:

لفظ "آخرت" کے معنی بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں لفظ "دنیا" ہے جس کے معنی قریب کی چیز کے ہیں۔

عقیدہ آخرت کا اصطلاحی مفہوم:

عقیدہ آخرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے۔ اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ اس روح کو جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ اور پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو ایک ایسی جگہ عنایت کی جائے گی جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور ہوگی اس کا نام جنت ہے اور برے لوگ ایک انتہائی اذیت ناک جگہ میں رہیں گے جس کا نام جہنم ہے۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿۱۴﴾ (سورۃ الانفطار: ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: بے شک نیک لوگ بہشت میں ہیں اور بے شک گناہ گار دوزخ میں ہیں۔

آخرت کے سلسلہ میں قرآن مجید کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے۔

ا۔ دائمی زندگی:

انسان کی دنیاوی زندگی اس کی آخرت کی زندگی کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا کی زندگی عارضی اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ انسان کے تمام اعمال کے پورے پورے نتائج اس عارضی زندگی میں مرتب نہیں ہوتے۔ بلکہ اس عارضی زندگی میں جن اعمال کا بیج بویا جاتا ہے ان کے حقیقی نتائج آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے۔

۲۔ نظام عالم کی عمر:

جس طرح دنیا کی ہر چیز علیحدہ علیحدہ اپنی ایک عمر رکھتی ہے جس کے ختم ہوتے ہی وہ چیز ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح پورے نظام عالم کی بھی ایک عمر ہے جس کے تمام ہوتے ہی یہ نظام ختم ہو جائے گا۔ اور ایک دوسرا نظام اس کی جگہ لے لے گا۔

۳۔ جزا اور سزا کا عمل:

جب دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا اور ایک دوسرا نظام قائم ہو گا تو انسان کو پھر جسمانی زندگی ملے گی۔ اس روز ایک زبردست عدالت لگے گی جس میں انسان کے تمام اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اسے نیک اعمال کی جزا ملے گی اور برے اعمال کی سزا ملے گی۔

منکرین آخرت کے شبہات اور ان کا قرآنی جواب:

قرآن مجید میں عقیدۂ آخرت کو بیان کرتے ہوئے منکرین کے شبہات کا بڑے عمدہ انداز میں جواب دیا گیا ہے۔

مشرکین مکہ عقیدۂ آخرت کے منکر تھے۔ اس سلسلے میں ان کے شبہات یہ تھے۔

وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (سورۃ السجدۃ: ۱۰)

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں نیست و نابود ہوں گے تو کیا کہیں پھر ہم نئے جنم میں آئیں گے۔

مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ⑦⑧ (سورۃ یس: ۷۸)

ترجمہ: کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں۔

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ⑳ (سورۃ الانعام: ۲۹)

ترجمہ: ہمارے لیے زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہم کو پھر نہیں زندہ ہونا۔

قادرِ مطلق:

اللہ تعالیٰ نے ان کے شبہات کو دور کرتے ہوئے فرمایا۔ تم پہلے موجود نہ تھے۔ تمہیں اللہ نے موجود کیا۔ جو قادر مطلق تمہیں پہلے موجود کرنے پر قادر ہے وہ تمہارے مر جانے کے بعد تمہیں دوبارہ زندگی بخشنے پر بھی قادر ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (سورۃ الروم: ۲۷)

ترجمہ: اور وہی ہے جو پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ (سورۃ یس: ۷۹)

ترجمہ: تو کہہ ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو پہلی بار۔

كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑳⑧

(سورۃ البقرہ: ۲۸)

ترجمہ: حالانکہ تم بے جان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلائے گا تم کو پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

اعمال کا دارومدار:

انسان کی صحیح سوچ اس سے عقیدہ آخرت پر ایمان لانے کا تقاضا کرتی ہے۔ ہر شخص اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ نیک عمل کا اچھا صلہ اور برے عمل کا برا بدلہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا انسان کے تمام اعمال کے نتائج اس دنیاوی زندگی میں سامنے آجاتے ہیں؟ ایسا نہیں ہوتا، بلکہ بعض اوقات ایک ایسا شخص جس نے پوری زندگی گناہوں میں گزاری ہو اس جہاں میں سزا سے بچا رہتا ہے۔ اسی طرح بعض بے حد نیک لوگ جو عمر بھر نیکیاں کرتے رہے انہیں یہاں نیکی کا پورا بدلہ نہ ملا بلکہ بعض کو تو بے حد اذیتیں دے کر شہید کر دیا گیا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کیا مجرموں کو ان کے جرائم کی سزا کبھی نہیں ملے گی؟ کیا نیکوکار اچھے اجر سے محروم رہیں گے؟ کیا خدا کا نظام عدل ان کے بارے میں ہمیشہ کے لیے خاموش رہے گا؟ کیا اشرف المخلوقات انسان کو عبث پیدا کیا گیا اور اس کے اعمال کی کوئی قدر وقیمت نہیں؟

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ (سورۃ المومنون: ۱۱۵)

ترجمہ: سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا بے مقصد اور تم ہمارے پاس پھر کر نہ آؤ گے۔

جزا اور سزا:

جب عقل اس پہلو پر سوچتی ہے تو یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ آخرت کی زندگی برحق ہے جس میں سب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ نیک لوگوں کو ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ ملے گا اور مجرموں کو سخت سزا ملے گی۔ سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔

سوال ۱۰۔ انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: انسانی زندگی پر عقیدۂ آخرت کے اثرات:

آخرت پر ایمان رکھنا اسلام کی نہایت اہم تعلیم ہے۔ قرآن مجید میں اس کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

سورہ بقرہ میں مُتَّقِیْن کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

ترجمہ: اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

آخرت پر ایمان:

اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو انسان خود غرضی اور نفس پرستی میں ڈوب کر تہذیب و شرافت اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو یکسر بھول جائے اور انسانی معاشرے میں جنگ کا قانون رائج ہو جائے۔

عقیدۂ آخرت انسانی معاشرہ کو انسانیت افروز بنانے کا اہم ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس سے انسان کے دل میں نیکی پر جزا اور بدی پر سزا کا احساس ابھرتا ہے۔ جو اعمال میں صالحیت پیدا کرتا ہے۔

گناہوں سے اجتناب:

جو شخص آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتا ہے اس کی نظر اپنے اعمال کے صرف ان ہی نتائج پر نہیں ہوتی جو اس زندگی میں ظاہر ہوتے ہیں بلکہ وہ ان نتائج پر بھی نظر رکھتا ہے جو آخرت کی زندگی میں ظاہر ہوں گے اسے جس طرح زہر کے بارے میں ہلاک کرنے اور آگ کے بارے میں جلانے کا یقین ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہوں کے ہلاکت خیز ہونے کا بھی یقین ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح وہ غذا اور پانی کو اپنے لیے مفید سمجھتا ہے اسی طرح نیک اعمال کو بھی اپنے لیے نجات و فلاح کا سبب سمجھتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر بڑے اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت :

جو شخص آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے تمام اعمال خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ اس کے نامہ اعمال میں محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔ آخرت میں یہی نامہ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔ اور منصف حقیقی فیصلہ فرمائے گا۔ ان اعمال کا وزن کیا جائیگا۔ ایک پلڑے میں نیک اعمال اور دوسرے میں برے اعمال ہوں گے۔ اگر نیکی کا پلڑا بھاری ہوا تو کامیابی حاصل ہوگی، اور جنت میں ٹھکانہ نصیب ہوگا اور اگر برائیوں کا پلڑا بھاری ہوا تو ناکامی ہوگی اور جہنم کا دردناک عذاب چکھنا ہوگا۔

۲۔ نیکی کا اجر:

آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ ان کے نتیجہ میں وہ عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اسے نیکیوں سے محبت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نیکی کا اجر ضرور ملے گا۔

۳۔ بہادری اور سرفروشی :

ہمیشہ کے لیے مٹ جانے کا ڈر انسان کو بزدل بنا دیتا ہے۔ مگر جب دل میں یہ یقین موجود ہو کہ اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔ پائیدار اور دائمی زندگی آخرت کی ہے تو انسان نڈر ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی نہیں کتراتا۔ وہ جانتا ہے کہ راہ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر دینے سے وہ ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ آخرت کی کامیاب اور پر مسرت زندگی حاصل کرے گا۔ چنانچہ یہ عقیدہ مومن کے دل میں جذبہ سرفروشی پیدا کر کے معاشرے میں امن اور نیکی کے پھیلنے کی راہیں ہموار کر دیتا ہے۔

۴۔ صبر و تحمل : عقیدۂ آخرت سے انسان کے دل میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حق کی خاطر جو بھی تکلیف برداشت کی جائے گی اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا۔ لہٰذا آخرت پر نظر رکھتے ہوئے وہ ہر مصیبت کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔

۵۔ مال خرچ کرنے کا جذبہ:

عقیدۂ آخرت انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ حقیقی زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے۔ لہٰذا اسی دولت سے لگاؤ رکھنا چاہیے جو اس زندگی کو کامیاب بنائے۔ چنانچہ مومن جتنا بھی دولت مند ہو جاتا ہے اسی قدر زیادہ سخاوت اور فیاضی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی آخرت کی زندگی سنور جائے گی۔

۵۔ احساس ذمہ داری:

آخرت پر ایمان رکھنے سے انسان میں احساس ذمہ داری پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اپنے فرائض میں کوتاہی کرنا جرم ہے۔ جس پر آخرت میں سزا ملے گی۔ لہٰذا پوری ذمہ داری سے اپنے فرائض ادا کیے جائیں۔ آہستہ آہستہ یہ احساس اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ انسان اپنا ہر فرض پوری دیانت داری سے انجام دینے لگتا ہے خواہ اس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہو یا خدا کے حقوق سے بھی احساس ذمہ داری مسلمان کا طرۂ اِمتیاز ہے۔